ملاح احوال کا اکسیر اعظم

مولانا محمد ازہر

مسلمانوں کا عروج وزوال قرآن کریم سے وابستہ ہے۔ جب مسلمان قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا تھے تو قیصرو کسریٰ ان کے نام سے کانپتے تھے لیکن جب مسلمانوں نے قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیا تو سوارب ہونے کے باوجود غیروں کے دست نگر ہو کر رہ گئے۔ اس لئے علمائے امت کئی صدیوں سے محو غفلت ملت کو جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کے لئے قرآن کریم کی زبانی اور تحریری تفسیر وتشریح کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ماضی قریب میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہم اللہ اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کے عوامی دروسِ قرآن کو حق تعالیٰ شانہ نے خاص مقبولیت عطا فرمائی ہے۔ یہ ان علمائے ربانی کا فیض ہے کہ اب ملک کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مساجد میں صبح وشام ائمہ مساجد قرآن کریم کا درس دے کر مردہ دلوں کو آباد کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کے خادموں کے خادموں کو آباد کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کے خادموں کے خادموں میں شمار کئے جانے کی امید میں ان سطور کا راقم بھی ان علماء کی نقل کی کوشش کرتا ہے۔

گزشتہ جمعہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان ''وفاق'' کے سالانہ امتحانات کے نتائج کی نگرانی کے لئے ملتان میں تشریف فرما تھے۔ بندہ نے ان کے سیکرٹری برادرم مولانا ولی خان مظفر کی وساطت سے جامع مسجد ''الغفور'' قاسم بیلہ ملتان میں درس قرآن کی درخواست کی جسے حضرت والا نے ازراہ محبت وشفقت قبول فرمالیا اور مسجد مذکور میں بعد از مغرب عمومی درس قرآن دیا۔ مولانا نے مسلمانوں کے موجودہ علمی وعملی انحطاط وزوال کا ذکر انتہائی دلسوزی سے فرمایا اور اس کا علاج اہل اللہ سے وابستگی اور ربط وتعلق تجویز فرمایا۔ فرمایا کہ عام مسلمانوں کی دینی ترقی کا راستہ یہ ہے کہ وہ ان علماء وصلحاء کی صحبت اختیار کریں جو بے غرض ہو کر دعوت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے دل میں غیر محسوس اور غیر شعوری طور پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پیدا ہوگی جو اعمال صالحہ کی کلید ہے۔ اس کے ساتھ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی اللہ کے نیک بندوں کے پاس لے جائیں، اگرچہ انہیں اس عمر میں بڑوں کی باتیں بالخصوص تصوف وسلوک کی باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گی لیکن یہ مجالس ان

کے لاشعور میں دین اور اہل دین سے محبت پیدا کردیں گی۔ ان کے دلوں کی زمین میں پہلی تخم ریزی محبت وعظمت خداوندی کی ہوگی جو آگے چل کر اپنے برگ و بار لائے گی اور دین کی کھیتی پر بہار آجائے گی۔ ہمارے والد مرحوم عالم نہیں تھے ایک عام دوکاندار تھے اس لئے انہوں نے مجھے کسی مدرسہ کی بجائے اسکول میں داخل کردیا تھا۔ اسکول میں ایک ماسٹر صاحب بہت خدارسیدہ تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسا ذاکر اور ایسا نفل پڑھنے والا نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہر جمعہ کو تین میل پیدل چل کر تھانہ بھون حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے جانے لگے۔ کون سی طاقت کھینچتی تھی، یہ یاد ہے نہ اس کا احساس ہے۔ پھر ایسی لت پڑی کی وہ تو جمعہ جمعہ جایا کرتے تھے، ہم جمعہ کے علاوہ بھی جانے لگے، وہاں کوئی بات پلے نہیں پڑتی تھی لیکن تھانہ بھون کی پرانوار ومبارک فضا اور صالحین وذاکرین کے قرب کی بدولت لاشعوری طور پر دل ودماغ میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ دنیا وآخرت کی فلاح کا راستہ وہی ہے جس پر یہ حضرات گامزن ہیں۔ صلحاء وصوفیاء کے اس مبارک مجمع میں حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی ذات نور علی نور تھی۔ یہیں سے یہ جذبہ راسخ ہوا کہ پوری زندگی دین کے لئے وقف کرنی چاہیے۔

اسکول کے بعد والد مرحوم نے مجھے دارالعلوم دیوبند میں بھیج دیا۔ دراصل والد مرحوم مجھے طبیب بنانا چاہتے تھے۔ دیوبند بھیجنے کا منشا بھی عالم دین بنانا نہیں تھا بلکہ اس لئے بھیجا کہ اس زمانے میں طبیب بننے کے لئے عربی دان ہونا ضروری تھا۔ فراغت کے بعد والدین نے بڑا زور لگایا کہ یہ ملانہ بنے، دوسال تک میرے اور والدین کے درمیان مکالمہ جاری رہا۔ والد طبیب اور والدہ تاجر یا دکاندار بننے پر اصرار کرتی رہیں مگر مجھے ''ملائیت'' پر اصرار اور بحمد للہ آج بھی اپنی ''ملائیت'' پر اسی طرح شرح صدر ہے جس طرح پہلے دن تھا۔ بعدازاں والد صاحب نے کئی مرتبہ فرمایا کہ تمہاری رائے صائب تھی۔ میرے ''ملا'' بننے کی وجہ سے ہمارے خاندان میں بے شمار لوگ حافظ، قاری، عالم بنے اور پورے خاندان کے لئے ہمارا گھرانہ قابل رشک بن گیا۔ عرض یہ کررہا تھا کہ اللہ کے نیک بندوں سے تعلق رکھیں، اپنی اولاد کو نیک لوگوں کی خدمت میں لے جائیں، ان شاء اللہ اس کی برکت سے ان کے دلوں کا رخ صحیح ہوجائے گا۔

حضرت شیخ الحدیث نے اصلاح احوال کا جو نسخہ اپنے درسِ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے وہ اکسیر اعظم ہے۔ دین پر چلنے کی فکر رکھنے والوں کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔

☆☆☆